خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 29

Track - 2

36:29

''غیب اور انسانی زندگی''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز دوستو، مہربان بھائیو، جب ہم زمین کے اوپر موجود مخلوق کا تذکرہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو بات ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کا نام کچھ بھی ہو چھوٹی ہو، بڑی ہو ، چار پیروں سے چلنے والی مخلوق ہو ، دو پیر اور دو پروں سے اڑنے والی مخلوق ہو، یا دو ہاتھ اور دو ٹانگوں سے چلنے والی مخلوق ہو، ایک ٹانگ پر کھڑے ہونے والے درخت ہوں ۔ زمین کے اوپر مخلوق جو ہمیں نظر آرہی ہے اس کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ محتاج ہے۔ اسے نہ اپنے وجود کو ظاہر کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی وجود کو قائم رکھنے کے لئے اس کا کوئی ذاتی اختیار نظر آتا ہے۔ کچھ عرصے کے لئے زمین کے اوپر اس کے وجود کا اظہار ہوتا ہے او ر معین وقفے کے بعد یہ وجود چھپ جاتا ہے اور اس چھپنے کو ہم ماضی کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دے سکتے۔ زندگی کو سمجھنے کے لئے اور شعوری حواس کی تقسیم کے لئے یہ بھی مجبوری ہے کہ ہم زندگی کو حصوں میں تقسیم کرکے اس کا تذکرہ کریں۔ اس لئے کہ تخلیقی عوامل پر نظر ڈالنے سے یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ زندگی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو قائم ہو۔بظاہر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آج کا پیدا ہونے والا بچہ وہ کسی بھی مخلوق کا ہو قائم ہے، چل رہا ہے ، پھر رہا ہے ، بڑا ہورہا ہے، بوڑھا ہورہا ہے، اور اس دنیا میں ... مستقر و متاع الیٰ حین ... کچھ عرصے رہ کر نہ معلوم کہاں جارہا ہے۔ جب ہم پیدائش کا تذکرہ کرتے ہیں لامحالہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہم کہیں سے آئے۔ جب ہم موت کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہماری یہ مجبوری ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم کہیں چلے گئے۔ زندگی کی چھان پھٹک کی جائے اور زندگی کو لمحات میں تقسیم کرکر سمجھا جائے تو ایک بات کے علاوہ دوسری کوئی بات نظر نہیں آتی کہ انسان ایک طرف گھٹ رہا ہے اور دوسری طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن اگر اس کو گہرائی میں جاکر تفکر کے ساتھ سمجھا جائے تو بات یہ نظر آتی ہے کہ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں اس کو خود سمجھ نہیں رہے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کہ اس زمین پر پیدا ہونے والی ہر مخلوق کا ہر فرد انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر ایک وقت معینہ کے لئے آیا ہے اور وہ وقت معینہ جیسے ہی پورا ہوتا ہے تو انسان چاہے نہ چاہے اس کی یہ مجبوری ہے کہ اسے جانا ہے۔ پیدائش سے اگر ساٹھ سال کا وقفہ متعین کرلیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مستقر و متاع

الیٰ حین ... کہ اس زمین کے اوپر عارضی طور پر قیام کرنا ہے۔ تو پھر ہم یہی
کہیں گے کہ زندگی گھٹ رہی ہے۔ بڑھ نہیں رہی۔ لیکن دیکھنے میں، سمجھنے
میں اور گفتگو میں یہ کہا جاتا ہے کہ زندگی بڑھ رہی ہے۔ اگر ایک بندے کی
عمر ستّر سال ہے تو جس روز وہ پیدا ہوگیا اس روز سے اس کی عمر گھٹنا
شروع ہوگئی۔ بظاہر بچہ آپ کو بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے جسمانی گوشت پوست
کے ساتھ لیکن اس آیت مبارکہ کے معانی اور مفہوم کو سامنے رکھ کر غور کیا
جائے تو پیدا ہونے والا بچہ بڑھ نہیں رہا گھٹ رہا ہے۔ عمر کم ہورہی ہے اس
کی ہ ساٹھ سال یا ستّر سال کا ایک بچہ جب دس سال کا ہوتا ہے تو ہم یہ
کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ دس سال کا ہوگیا۔ لیکن فی الواقع وہ بچہ دس سال کا
نہیں ہوگیا وہ پچاس سال کا رہ گیا۔ جب اس کی عمر بیس سال ہوتی ہے ہم
کہتے ہیں بچہ جوان ہوگیا۔ بچہ جوان نہیں ہوگیا اس کی بیس سال عمر گھٹ
گئی ہے اور بچہ چالیس سال کا رہ گیا۔ علیٰ ھذا لقیاس عمر کی جو بڑھوتری
ہے جس کو ہم بڑھنا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق عمر کا گھٹنا ہے۔
جب ہم ساٹھ سال کے ہوتے ہیں بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ساٹھ سال عمر ہوگئی
ہے ہ ساٹھ سال عمر نہیں ہوگئی ، ساٹھ سال عمر گھٹ گئی، دس سال باقی
رہ گئے ستّر میں۔ اس زندگی کو اگر اس طرح دیکھا جائے تو ایک ہی فیصلہ کرنا
پڑتا ہے کہ ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں ، ہم جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ سب
فکشن، دھوکہ، فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی جب
بیس سال کا ہوا تو وہ خوش ہورہا ہے میں تو جوان ہوگیا میری عمر بڑھ گئی۔
لیکن فی الواقع ساٹھ سال میں سے اس کے بیس سال کم ہوگئے۔ دوسری بات
جو ہر مخلوق کے ہر فرد کی محتاجی ہے کہ وہ کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رہ
سکتا۔ گیہوں اسے کھانا ہے، پانی اسے پینا ہے ، دودھ اسے پینا ہے ہ اب صورتحال
یہ ہے کہ اگر یہاں سو روٹیاں رکھ دی جائیں اور ہم سب کھانے لگیں تو نتیجہ یہ
مرتب ہوگا کہ سو روٹیاں ختم ہوجائیں گی۔ یعنی ہم نے سو روٹیوں کو کھالیا۔
جب آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر فکشن حواس کو تسلیم کرکے اس بات کے اوپر
سوچ و بچار کیا جائے تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نوع انسانی جب سے اس زمین
پر پیدا ہوئی اربوں، کھربوں، سنکھوں آدمی زمین پر پیدا ہوئے اور مرگئے ، کھپ
گئے، غائب ہوگئے ، مٹی کے ذرات میں تبدیل ہوگئے۔ لیکن گیہوں اپنی جگہ موجود
ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں سال سے زمین پر پیدا ہونے والی
مخلوق گیہوں کھارہی ہے لیکن گیہوں موجود ہے انسان مٹی کے ذرات میں تبدیل
ہوجاتا ہے۔ اب براہ راست اگر اس بات کو سمجھا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ جو
کچھ ہم کھارہے ہیں یا جس کو ہم کھانا کہتے رہے ہیں یہ دھوکہ اور فریب ہے۔
ہم گیہوں کو نہیں کھارہے گیہوں ہمیں کھارہا ہے۔ اگر ہم گیہوں کو کھاتے تو
گیہوں کو ختم ہونا چاہئیے تھا ہمیں ختم نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہم پانی پی رہے
ہیں،ہم کہتے رہے ہیں صاحب ہم پانی پی رہے ہیں دریا اور سمندر پی رہی ہے
مخلوق پانی لیکن آپ دیکھیں مخلوق ختم ہوگئی ، روز ختم ہورہی ہے لیکن پانی

اپنی جگہ موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پانی نہیں پی رہے ہیں، پانی ہمیں پی رہا ہے۔ پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ پہاڑ جمے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... و تری الجبال ...... کہ یہ جو تم پہاڑ دیکھ رہے ہو جمے ہوئے ہیں یہ جمے ہوئے نہیں ہیں یہ تو بادلوں کی طرح فضا میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ صاحب قیامت لاکھوں سال میں آئے گی یا زمین کو بنے ہوئے لاکھوں، کروڑوں سال گزر گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... یوم تقوم الساعۃ ...... یہ جو قیامت کا جو وقفہ ہے اس میں دیر نہیں ہے۔ قیامت کی آمد میں اگر وقفہ کا تعین کیا جائے تو ایسا ہے جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی قریب۔ اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ دنیا فریب اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہم روز کہتے ہیں کہ صاحب نیا دن نکلا ، نیا سورج نکلا ، نئی تاریخ ہے، لیکن جو بھی مخلوق رات کو سوتی ہے اور صبح کو اٹھتی ہے اس کا یہ کہنا کہ آج نیا دن ہے سراسر دھوکے کے اوپر مبنی ہے۔ اس لئے کہ جب ہم صبح کو بیدا رہوتے ہیں تو مسجد بھی وہی ہوتی ہے، درخت بھی وہی ہوتے ہیں ، ہماری بیوی بھی وہی ہوتی ہے، شوہر بھی وہی ہوتا ہے ، بچے بھی وہی ہوتے ہیں۔ کس بنیاد پر یہ بات کہی جارہی ہے کہ آج نیا دن نکلا۔ اگر دن نیا ہے تو دن کے نکلنے کے ساتھ دن کے مظاہرات میں بھی کوئی تبدیلی ہونی چاہئے۔ لیکن دن کے مظاہرات میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ باپ دادا نے ایک گھر بنادیا ہے اس پہ پوتے پڑ پوتے رہ رہے ہیں گھر اسی طرح ہے ۔ بات یہ ہے کہ انسان تبدیل ہورہا ہے دوسری کوئی چیز تبدیل نہیں ہورہی ہے۔ انسان اپنے فکشن حواس کی تبدیلی کرتا ہے مظاہرات کی تبدیلی نہیں کرتا ۔ یہ بھی ایک انسان کا فریب ہے فکشن ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کا وجود ، انسان کا ظاہری وجود فکشن کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔قیاس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انسان کے وجود کی برتری کو کوئی بندہ دلیل سے، عقل سے، علم سے ، دانش سے ثابت نہیں کرسکتا۔ کیسے آدمی ثابت کرسکتا ہے ۔ ہم کہتے رہتے ہیں ہم گیہوں کھارہے ہیں ۔ گیہوں موجود ہے بندے ختم ہورہا ہے۔ بھئی کھانے والی چیز ختم ہونی چاہئیے یا جس کو کھایا جارہا ہے وہ ختم ہورہا ہے۔ تو انسان ہو یا کوئی بھی مخلوق ہو اس کی ساری زندگی، اس کا سارا علوم، اس کا سارا سوچنا سب فکشن ہے۔ سب مفروضہ ہے۔ سب قیاس ہے۔ اب زمین کے اوپر موجود مخلوقات میں واحد ایک مخلو ق ایسی اللہ نے بنائی یا واحد ایک مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت عطا کی کہ اس کے اندر ایک تفکر ہے ، ایک عقل سلیم ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ زمین پر کیا ہورہا ہے۔ دوسری مخلوق یہ نہیں سوچتی زمین پر کیا ہورہا ہے۔ اس کے اندر صلاحیت ہی نہیں ہے سوچنے کی۔ تو اب ہمیں یہ سوچ بچار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو سوچنے، سمجھنے، تفکر کرنے ، کھوج لگانے ، گہرائی میں جانے کی صلاحیت کیوں عطا کی۔ اور دوسری مخلوق کو یہ صلاحیت کیوں عطا نہیں کی۔ اس صلاحیت کو استعمال کرتے ہوئے بندے جو ذرا سا بھی

عقل رکھتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں پیدائش سے پہلے کہیں تھا، کہیں سے یہاں آگیا، پھر یہ کہتا ہے ، سوچتا ہے کہ جب میں پیدا ہوا تو کہیں سے پیدا ہوا ، کہیں میرا بچپن چلا گیا ، پھر جوان ہوا تو جوانی بھی کہیں چلی گئی ، پھر بوڑھا ہوا بوڑھاپا بھی کہیں چلا گیا، پھرمیں مرگیا پھر میں کہیں چلاگیا، تو کہیں سے آنا اور کہیں جانا اس بات کی علامت ہے کہ انسان کسی ایسی جگہ سے آرہا ہے ، کسی ایسی جگہ جارہا ہے کہ جس کے بارے میں اس کی آنکھ اسے کوئی اتہ پتہ نہیں دے رہی ہے۔ کہیں سے آنا اگر اس کا آپ کو علم ہی نہیں ہے تو وہ غیب ہے، کہیں سے جانا اگر آپ کو اس کا علم نہیں ہے تو وہ بھی غیب ہے، تو انسان کی زندگی کی بیس اور بنیاد غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔ انسان پیدائش سے پہلے جہاں تھا وہ غیب کی دنیا تھی ، انسان کا بچپنا جہاں چلا گیا وہ بھی غیب ہوگئی اس لئے کہ ہماری نظروں سے وہ چیز اوجھل ہوگئی۔ انسان مرنے کے بعد جہاں چلا گیا چونکہ ہم نہیں جانتے کہ کہاں چلاگیا وہ بھی غیب ہوگئی۔ تو انسان کی بیس اور بنیادجو ہے وہ غیب کے علاوہ ہرگز کچھ نہیں ہے۔ اور آپ پیدائش سے پہلے مراحل میں اور آپ غور و فکر کریں تو آپ کو یہ بتایا جاتا ہے تمام پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ یہ جو کائنات ہے یہ کائناتی جو سسٹم ہے اس کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے ذہن میں پہلے سے موجود تھی ، ہے ، رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جب ''کن'' کہا تو یہ ساری کائنات بن گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذہن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جب پھیلایا اس کائنات کو مظاہراتی شکل و صورت بخشی تو کائنات ظاہر ہوگئی۔ سوال یہ ہے کہ کائنات آئی کہاں سے ؟ ایک ہی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائنات تھی ، اللہ تعالیٰ نے اس کو ''کن'' کہا اور کائنات بن گئی تو اللہ تعالیٰ چونکہ خود غیب ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذہن تو غیب الغیب ، وراء الغیب، وراء الغیب جہاں سے یہ کائنات کی تخلیق شروع ہوئی۔ اس کا بھی صاف مطلب یہ ہے کہ انسان کی بیس، انسان کی بساط ، انسان کی بنیاد ، انسان کی مرحلہ وار تقسیم غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور غیب کے علاوہ جو زندگی ہے وہ فکشن حواس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ اگر انسان اس بات کے اوپر تفکر نہیں کرتا کہ میں پیدا ہونے سے پہلے کہاں تھا اگر انسان اس بات پر تفکر نہیں کرتا کہ میں بیس سال زندگی گزار کر جب جوان ہوا ہوں تو بیس سال کی زندگی کہاں گئی مجھے نظر کیوں نہیں آتی، کیا کوئی آدمی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ بچپن سے بیس سال کی زندگی کو دیکھ سکتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان غیب کے علاوہ جو ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے، اللہ تعالیٰ نے یہ جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے میں جیسے آج حفیظ صاحب نے ماشاء اللہ بڑی اچھی قرأت کی ، تذکرہ کیا کہ میں نیابت اور خلافت دینے والا ہوں اور فرشتوں کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار کیا ایک اللہ تعالیٰ نے جویہ پورا ایک باب بیان کیا ہے اس کے بارے میں بھی آپ یہی کہیں گے کہ یہ سب کچھ پہلے غیب

میں ہوا ہے۔ پھر جنت کا تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت میں رکھا اور وہاں سے آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنت غیب نہیں ہے؟ تو جس طرح بھی زندگی کو آپ الٹ پلٹ کریں گے ایک ہی بات قرآن سے، حدیث سے ، عقل و شعور سے ثابت ہوتی ہے کہ انسان غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور انسان کی جو فضیلت ہے وہ بھی اس بنیاد پر ہے کہ غیب کی دنیا میں آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم سکھائے۔ آدم کی فضیلت اس بنیاد پر ثابت ہے کہ آدم کو فرشتوں نے سجدہ کیا کیا فرشتے غیب نہیں ہیں؟ آدم کی فضیلت اس بنیاد پر ثابت ہے کہ جب جنات نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو ان کو اللہ تعالیٰ نے معتوب قرار دے دیا۔ کیا یہ کہانی جو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ فرشتوں نے سجدہ کیا، ابلیس نہیں سجدۂ نہیں کیا ، کیا زمین پر ہوئی؟ یا غیب کی دنیا میں ہوئی؟ انسانی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جو غیب کی ڈوری میں بندھا ہوا نہ ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ انسانی مخلوق کی فضیلت اسی لئے ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کردی ہے کہ وہ غیب کو اور مفروضہ حواس کو سمجھ سکے۔ اگر کوئی انسان غیب کی دنیا سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا ۔ اگر کوئی انسان اس ظاہری وجود کے ساتھ غیب کی دنیا میں داخل نہیں ہوتا تو اس کی حیثیت زمین کی دوسری مخلوق کی طرح ہے۔ اس لئے کہ زمین کی دوسری مخلوق کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا نہیں کی کہ وہ انسان کی طرح اس بات کو سمجھے کہ میں کیا ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کہاں جارہا ہوں ، میری زندگی کا مقصد کیا ہے، مجھے پیدا کیوں کیا گیا ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد جو ہے وما خلقت الجن ولانس الا لعبدون ... یعبدون کا ترجمہ کرتے ہیں کہ انسان اور جنات کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا تاکہ وہ اللہ کی عبادت کرکے اللہ کا عرفان حاصل کرے۔ اللہ کو دیکھ لے، اللہ کو سمجھ لے ۔ تو انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہوا کہ وہ اللہ کا عرفان حاصل کرے۔ اللہ کے عرفان کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ غیب کی دنیا میں داخل ہوجائے۔ اگر انسان غیب کی دنیا میں داخل نہیں ہوتا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت کو استعمال نہیں کیا۔ اس نے اس عقل سلیم کو استعمال نہیں کیا جو اسے حکمت سکھاتی ہے۔ جو اسے گہرائی میں لے جاتی ہے۔ و لقد اتینا لقمٰن الحکمۃ انشکر للہ و من یشکر فانما یشکر لنفسہ و من کفر فان ربی لغنی حمید ... اللہ تعالیٰ حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم نے لقمان کو بصیرت،فہم ، سمجھ ، بوجھ اس لئے عطا کی کہ وہ اس سمجھ کو ، اس عقل کو استعمال کرے ان دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کرے جو انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص کردئیے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ یہ حکمت لقمان کے لئے ہی نہیں ہے مخصوص کہ بھئی لقمان کو حکمت دی ... و من یشکر ... جو بھی ، جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ کی اس صلاحیت کو استعمال کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور جو بھی شخص اس صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا اور بھیڑ بکریوں کی طرح رہتا

ہے وہ دراصل کفران نعمت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ کوئی
کیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب وہ انسان کو وہ بصیرت عطا کردی کہ وہ
اس بات سے آگاہ ہوسکتا ہے کہ پیدائش سے پہلے بھی میں غیب میں تھا ، بچپن
بھی میرا غیب میں چلا گیا، جوانی بھی میری غیب میں دفن ہوگئی۔ مرنے کے بعد
بھی میں غیب میں چلاگیا۔ جو کچھ میں نے کھایا وہ سب غیب میں چلاگیا۔ دل
میرا غیب میں ہے، پھیپھڑے میرے غیب میں ہیں، گردے میرے غیب میں ہیں۔ کیا
کسی آدمی کو اپنے گردے، پھیپھڑے نظر آتے ہیں، آنتیں نظر آتی ہیں؟ دماغ غیب
میں ہے۔ انتہا یہ ہے کہ جن خیالات کی لہروں سے انسان زندہ رہتا ہے کیا پانچ
ارب کی آبادی میں کوئی ایک آدمی اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ جن لہروں
کے ذریعے اس کے اندر خیالات بن رہے ہیں اور جن خیالات کے ذریعے وہ زندگی
گزار رہا ہے وہ لہریں کبھی اس نے دیکھی ہیں؟ کیا کوئی آدمی اس بات کا
دعویٰ کرسکتا ہے کہ جب بھوک لگتی ہے اور بھوک میں انسانی جسم ٹوٹنے لگتا
ہے ، کمزور ہونے لگتا ہے کیا کوئی ایک آدمی پانچ ارب میں اس بات کا دعویٰ
کرسکتا ہے کہ اس نے بھوک کو دیکھا ہے؟ محسوس کرنا الگ چیز ہے، دیکھنا الگ
چیز ہے۔ تو ہمارا تو بھئی خیال بھی غیب ہے۔ بھوک لگتی ہے وہ بھی غیب سے
ہی کہیں سے خیال آرہا ہے جو ہمیں نظر نہیں آرہا ہے۔ ہمارا جسم ، مادی
وجود اس کو محسوس تو کرتا ہے لیکن یہ مادی آنکھ اسے دیکھتی نہیں ہے۔
کھانا پینا بھی غیب میں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہماری تمام فکشن زندگی
سے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ اس بات کا کھوج
لگالیتا ہے کہ مادی وجود ، مادی دنیا ، گوشت پوست کا جسم سب گھٹنے والا، فنا
ہونے والا ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز قائم رہنے والی ہے جس کو ہم بقا کہہ سکتے
ہیں وہ غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اگر کوئی بندہ اپنی اصل سے
واقف ہوجاتا ہے تو اس نے اس زمین پر آنے کا مقصد پورا کیا۔ اور اگر وہ غیب
کی دنیا سے واقف نہیں ہوتا تو اس نے اس دنیا میں آنے کا مقصد پورا نہیں کیا
اور اس کی حیثیت ہر گز اشرف المخلوقات کی نہیں ہے۔ آج کی میری
معروضات جو میں نے پیش کیں اس میں آپ سب حضرات جب آپ کو وقت ملے
بیٹھیں اور بیٹھنے کے بعد یہ تلاش کریں کہ اگر ایک لاکھ سال کی زمین کی زندگی
ہے تو ایک لاکھ سال کی زمین کی زندگی کا ایک منٹ، ایک لمحہ کیا ایسا ہے جو
غیب نہ ہو؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لا تسبوا الدھر ان الدھر ھوا اللہ
... زمانے کو، زندگی کو برا نہ کہو ، زمانے کو اور زندگی کو فکشن حواس قرار نہ
دو اس لئے کہ لا تسبوا الدھر ان الدھر ھوا اللہ ...کہ زمانے کی بنیاد اور بساط
صرف اللہ ہے۔ جو کچھ یہاں ظاہر ہورہا ہے دراصل وہ اللہ کے ذہن میں
موجود پروگرام کا ڈسپلے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کریں کہ ہم
اپنے ذہنوں کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عقل و شعور دیا ہے جس
کو قرآن حکمت کہتا ہے اس کو استعمال کریں اگر ہم دماغ کو استعمال نہیں
کریں گے تو دماغ ہماری رہنمائی نہیں کرے گا۔ اگر ہمارے پاس بہترین موٹر کار

ہے ہم اس کو استعمال نہیں کریں گے وہ ہمارے کام نہیں آئے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے دماغ اور صلاحیت انسان کو فاضل اس لئے عطا کی ہے کہ انسان یہ ثابت کرے کہ انسانی مخلوق دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔

دعا...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة الاخلاص... تین دفعہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(تلاوت سورة الفاتحہ ... ایک دفعہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے، سنا ہے اس پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔یا اللہ ہم نے جو کچھ پڑھا ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی دربار میں پیش کردے۔ صحابہ کرام ، ازواج مطہرات، انبیاء کرام ، اولیاء کرام کو اس کا ثواب پہنچادے۔ حضرت نانا تاج الدین ناگپوری کو اس کا ثواب پہنچا دے۔اور اس کے بعد حضور قلندر بابا اولیا کو اس کا ثوا ب پہنچا دے۔ یا اللہ ! ہم تیرے بندے کی محبت میں یہاں دور دراز سے آئے ہیں یا اللہ! ہمارا یہ سفر ہمارا یہ آنا ، ہماری حاضری کو قبول فرما۔ اور حضور قلندر بابا اولیا اپنے محبوب بندے کی فیض سے ہم سب کو مسفیض فرما۔ اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار ... ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنا کوننا من الخاسرین ... رب اجعلنی مقیما الصلوٰة و من ذریتی و ربنا تقبل دعا... ربنا اغفرلی ولوالدی و لمؤمنین ... و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

★★★★★.